بشریت کی راہ سے ترقی

از افاضات

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ نور اللہ مرقدہٗ

بہ ایماء

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

ناشر

ادارہ وصیۃ العرفان خانقاہ مصلح الامت
۲۳/۲۵، بخشی بازار (روشن بازار) الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشریت کی راہ سے ترقی

از افاضات

﴿ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ نور اللہ مرقدہٗ ﴾

☆☆☆☆☆☆

بہ ایماء

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب مدظلہٗ العالی

ناشر

ادارہ وصیۃ العرفان خانقاہ مصلح الامتؒ ۲۵/۲۳ بخشی بازار (روشن باغ) الہ آباد ۲۱۱۰۰۳

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ﴿اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَیُشَدِّدَاللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاِنَّ قَوْماً شَدَّدُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ فَشَدَّدَاللّٰہُ عَلَیْہِمْ فَتِلْکَ بَقَایَاھُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالدِّیَارِ، رَہْبَانِیَّۃَ اِبْتَدَعُوْھَامَاکَتَبْنَا عَلَیْہِمْ﴾۔

(ابوداؤد، مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ (دین کے بارہ) میں تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی تم پر سختی کرے، بیشک ایک قوم نے اپنے اوپر شدت وسختی کی تھی تو اللہ نے وہ شدت وسختی ان پر ڈالدی، تو نصاریٰ کے عبادت خانوں اوران کے کلیساؤں میں جو لوگ ہیں یہ انہی کے باقیماندہ لوگ ہیں رہبانیت (جائز لذات کا ترک) کو خودانھوں نے ایجاد کیا تھا، ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔

مذکورہ حدیث نبویؐ کی شرح اور وضاحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں، منقول ہے کہ حضرت احمد بن ابی الحواری رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ بنی اسرائیل نے تو اس قدر ریاضتیں اور مجاہدے کئے کہ وہ

بوسیدہ مشکوں اور کمانوں کے پرانے چمڑوں کی طرح خشک ہو گئے، اور ہم لوگ کھاتے ہیں، پیتے ہیں، پہنتے ہیں اور آرام وآسائش سے رہتے ہیں، اپنے آرام وآسائش کی اس زندگی کو دیکھکر دل گھٹتا ہے کہ ہمارا طور وطریق کیا ہے اور اسکا انجام کیا ہوگا، حضرت ابو سلیمان دارانیؒ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تو اس بارے میں کوئی بات جاننا چاہتا ہے، اے احمد! ہم سے صدق واخلاص کا مطالبہ ہوگا، جلنے اور پگھلنے کا مطالبہ نہ ہوگا اگر تو نے دس (۱۰) دن عمل کیا اور اخلاص سے کیا تو وہ دس سال جلنے اور پگھلنے سے بہتر ہے، اصل میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ومقصود ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے

مَنْ لَمْ يَكُنْ لِلْوِصَالِ اَہْلاً فَكُلُّ اِحْسَانهٖ ذُنُوْبٌ

(یعنی جو شخص وصال وملاقات کا اہل قرار نہ پایا اسکی سب نیکیاں بھی گناہ ہیں)۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۴۷۳)

دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شریعت نازل ہوئی اور آپؐ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو اپنے طرز عمل سے جو راستہ دکھایا وہ انتہائی درجہ سہل وسادہ ہے وہ انسانی فطری وبشری تقاضوں کی تکمیل کرتے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ پہونچا دیتا ہے، اس طور وطریق میں نہ تو خورد ونوش کا

چھوڑ دینا ہے نہ ہی نیند وراحت کا ترک ہے، نہ خداوند تعالیٰ تک پہونچے کیلئے جنگل وصحراء کی بود وباش اختیار کرنی ہے، نہ ایسے وظائف واَوراد کی پابندی عائد کی گئی جس سے انسانی دماغ متاثر ہوجائے اور ہوش وحواس ماؤف ومختل ہوجائیں اور انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا کے جائز مشاغل ولذائذ کو چھوڑ کر باہمی معاشرت وتعلق کو قطع کر کے گوشہ تنہائی میں بیٹھ رہے، جدامجد مصلح الامت عارف باللہ شاہ وصی اللہ نوراللہ مرقدہٗ کی اس دلنشیں تشریح کے مطابق کہ ''بشرحالت بشریت میں اوصاف بشریت کیساتھ متصف ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ درجہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے بشریت کے لوازم میں سے کھانا، پینا، سونا، پائخانہ اور دوسری چیزیں ہیں، انبیاء علیھم السلام نے انھیں چیزوں کو اعلیٰ درجہ کے قرب کا ذریعہ بنایا جسکو ہم لوگوں نے اعلیٰ درجہ کی غفلت کا سبب بنالیا ہے، ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں'' بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہایت ہی سادہ اور آسان ہوتی ہے اوراس لئے ایسی ہوتی ہے تا کہ سب لوگ اس کو کرسکیں، اور دین نہ ہونیکی وجہ سے لوگ تکلفات کے عادی ہوجاتے ہیں اس لئے سادہ چیزوں کی عظمت کم کردیتے ہیں'' حضرت مصلح الامتؒ یہ محسوس فرمارہے تھے کہ لوگ دین میں ترقی، اللہ تعالیٰ سے قرب اوراسکی

رضا حاصل کرنے کیلئے سخت ریاضت ومجاہدات کو لازمی سمجھتے ہیں اور عام ذہن ودماغ میں دینداری کا تصور وخاکہ بڑا پیچیدہ ومشکل ہے، حالانکہ زندگی کے تمام شعبوں میں اتباع سنت کی برکت وسعادت سے راستہ آسان اور منزل سہل ہوجاتی ہے، اوراسی دنیا میں فوز وفلاح کے دروازے کھل جاتے ہیں، حضرت مصلح الامتؒ نے اسی مضمون کو بالکل انوکھے ونرالے انداز سے بشریت کی راہ سے ترقی، کے عنوان سے بیان فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے آنکھیں کھل جاتی ہیں، دل ودماغ میں انشراح ونشاط پیدا ہوتا ہے، اورایک شخص کو بارگاہ حق تک رسائی آسان وسہل معلوم ہونے لگتی ہے۔

اللہ رب العزت حضرت مصلح الامت علیہ الرحمۃ کے درجات عالیہ کو بلند سے بلندتر فرمائے اور والد ماجد مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی کے سایہ عاطفت کو تادیر برقرار رکھے کہ انہی کی تحریک پر یہ مضمون مستقل رسالہ کی شکل میں منظر عام پرآرہا ہے ساتھ ہی ان مخصوص معاونین کو جنھوں نے اس رسالہ کی نشرواشاعت میں حصہ لیا دونوں جہاں کے اجر وثواب سے نوازے۔ آمین یارب العالمین

(احمد متینؔ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس اول

فرمایا کہ میں اس وقت ایک مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں اگر آپ لوگ اس کو سنیں تو ہوش اڑ جائیں۔ اور خصوصیت سے علماء کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

وہ یہ کہ ہم بشر ہیں فرشتے نہیں، اور تمام انبیاء بھی بشر ہیں، لہٰذا ہماری جملہ ترقیات بشریت ہی کی راہ سے ہیں ملکیت سے نہیں، انسان کو ملکی قوت بھی دی گئی ہے اور بشری بھی ملکی قوت بشری قوت سے کم ہے۔

چنانچہ انسان کے اندر جو ملکیت ہے اس کے اوصاف میں سے خدا کا ذکر اور تسبیح و تقدیس وغیرہ ہے اس لئے کہ فرشتے ہر وقت اسی میں مشغول رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾ یعنی رات و دن یہ فرشتے تسبیح کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں، اسی طرح انسان ان چیزوں کو بھی کرتا رہتا ہے یعنی ذکر اور تسبیح و تہلیل میں بھی مشغول رہتا ہے یہ تو ملکیت کی شان ہے چنانچہ صوفیاء کو جو احوال طاری ہوتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں اس لئے کہ یہ بھی ملائکہ کی صفت ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں تو ملائکہ بیہوش ہو جاتے ہیں، پھر ہوش میں آنے کے بعد ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جو کیفیات واحوال میں از خود رفتہ ہو جاتے ہیں تو یہ بھی بڑی چیز ہے کہ کوئی شخص بشر رہ کر ملکی اوصاف اختیار کر لے۔

مگر میں اس وقت ایک دوسری چیز کو بیان کر رہا ہوں یعنی بشریت کو اور یہ کہہ رہا ہوں کہ بشر حالت بشریت میں اوصاف بشریہ کے ساتھ متصف ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ درجہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے ،بشریت کے لوازم میں سے کھانا، پینا ،سونا، پیشاب ، پائخانہ اور دوسری چیزیں ہیں ۔انبیاء علیہم السلام نے انہیں چیزوں کو اعلیٰ درجہ کے قرب کا ذریعہ بنایا جس کو ہم لوگوں نے اعلیٰ درجہ کی غفلت کا سبب بنالیا ہے۔

یہ کہہ رہا ہوں کہ یہی اوصاف بشریہ کھانا، پینا سونا وغیرہ جو خالص بشریت اور موجب غفلت ہیں اور جن کا قرب میں کوئی دخل نہیں سمجھتے ہو، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلیٰ درجہ کا ذکر بنادیا۔ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ آپ نے عین غفلت کو ذکر بنادیا ،اسی کو سمجھانا چاہتا ہوں۔ سنئے!

سونا تو خیر غفلت ہے ہی ،کھانا بھی غفلت کا سبب ہوتا ہے اس لئے

کہ جتنے غافلین ہیں ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کا صدور اسی کھانے ہی کے سبب ہوتا ہے اگر کھانے میں کمی کریں تو ان سے معاصی کم صادر ہوں، اور اگر ان اوصاف بشریہ کو سنت کے مطابق کرلیں تو اسی سے غفلت دور ہوجائے۔

لیکن میں جو کہہ رہا ہوں یہ بات باوجود آسان و سہل ہونے کے آپ لوگوں کے سمجھ میں جلدی نہیں آوے گی اس لئے کہ سنت سے بہت دور ہو چکے ہو، ہاں اگر کوئی ایسی چیز بتلادوں کہ اس سے دماغ پر اثر ہوجائے اور بعض لوگ اس میں پاگل تک ہوجائیں تو اس کو البتہ سمجھیں گے کہ ہاں یہ کوئی چیز ہے۔

بعضے اشغال وغیرہ ایسے ہیں کہ اس سے فائدہ کیا ہوگا لوگ پاگل تک ہوجاتے ہیں مگر میں اس کو نہیں بتاتا ہوں بلکہ یہ بتارہا ہوں کہ اوصاف بشریت سے متصف ہونے کے وقت ہی میں قرب اور فرشتوں سے زیادہ قرب حاصل کرسکتے ہو

ان اوصاف بشریہ میں سے ایک کھانا ہے اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یہ ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھووے، یہ ایک سنت ہوئی اور پھر بسم اللہ پڑھے یہ دوسری سنت ہوئی، اور جب کھانا کھا

چکے تو یہ دعا پڑھے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ''یعنی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو کھلایا اور پلایا اور مجھ کو مسلمان بنایا یہ تیسری سنت ہوئی۔

اور ابوداؤد شریف کی حدیث ہے کہ جب مومن کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ'' (یعنی تمام تعریف ہے اس اللہ کے لئے جس نے یہ کھانا مجھ کو کھلایا اور بغیر حول وقوت کے مجھ کو عطا فرمایا) تو اس کے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جب کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے کہ '' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَلْبَسَنِیْ ھٰذَا اللِّبَاسَ وَ رَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِحَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ'' (یعنی تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ کو یہ لباس پہنایا اور بغیر حول وقوت کے مجھ کو عطا فرمایا) تو اس کے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مُوَحِّد جب کھانے کے بعد یہ دعا پڑھتا ہے تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسا کچھ ہوتا ہے اس کو وہی جانتا ہے اس لئے کہ یہ کھانا نعمت ہے اور نعمت سے منعم کی معرفت ہوتی ہے اور یہ معرفت فعل قلب ہے، لسان کا

فعل نہیں۔ چنانچہ بخاری میں ہے" اِنَ الْمعْرِفَۃ فِعْلُ الْقَلْبِ"
(فتح الباری ۳۵ ج ۱)

پس مومن جب نعمت کو استعمال کرتا ہے تو اس نعمت کے منعم کی معرفت اس کو حاصل ہوتی ہے اور اسی معرفت میں وہ غرق ہوجا تا ہے اس کے بعد وہ صرف اسی قلبی معرفت پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ زبان سے بھی منعم کا شکر اس طرح ادا کرتا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن" اور یہ ذکرلسانی اسی معرفت قلبی کا اثر ہوتا ہے اور اتنے ہی سے مومن بہت دور تک پہونچ جا تا ہے اور منعم کی معرفت جو قلب میں حاصل ہوتی ہے زبان سے الحمد للّٰہ کہنے کی وجہ سے اس میں اور ترقی ہوتی ہے اور شکر کے طور پر جتنے کلمات مومن کہتا ہے وہ سب اس کے ایمان کی ترقی کے باعث اور ازدیاد ایمان کے موجب ہوتے ہیں قلب میں جو چیز ہے یعنی معرفت جب وہ زور کرتی ہے تو زبان پر آتی ہے اور جب زبان سے کہتا ہے تو دل میں جاتی ہے زبان تائید کرتی ہے قلب کی ،اور قلب تائید کرتا ہے زبان کی۔ دونوں ایک دوسرے سے مل کر ایمانی ترقیات کے باعث ہوتے ہیں اور اس طرح مومن کا ایمان برابر بڑھتا رہتا ہے۔

اس کیلئے میں نے ایک مثال پیش کی تھی کہ ایک بزرگ فرماتے تھے کہ مجھ کو جب کوئی شخص ہدیہ دیتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ سے نیا معاملہ کرتا ہے اور ایک نیا عہد باندھ لیتا ہے۔

میں نے کہا کہ بھائی جبھی تو ان کو ہدیہ زیادہ ملتا تھا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ جب ان کے پاس بھیجوں گا تو یہ فوراً میری طرف رجوع ہو جائیں گے اور مجھ سے نیا عہد باندھیں گے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے یہ بیچارے ہدیہ پیش کرنے والے کیا دیتے ۔موحد یہی سمجھتا ہے کہ جو چیز بھی پہونچتی ہے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے پہونچتی ہے۔

سبحان اللہ خوب عہد ہے اور کیسا معاملہ ہے، ہم لوگ ذکر کرتے ہیں تب بھی قلب کا عہد اللہ تعالیٰ سے نہیں بندھتا اور ان کو دیکھئے کہ ہدیہ پا رہے ہیں اور نیا عہد باندھ رہے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ وہ بزرگ ہدیہ لینے کے وقت جو نیا معاملہ کرتے تھے تو اس لئے کہ روپیہ حاجات کے رفع کرنے کا ذریعہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیا تعلق پیدا کرتے تھے ہم لوگوں کو اگر ہدیہ نہیں ملتا ہے تو کھانا تو دونوں وقت ملتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ روپیہ اتنی مفید چیز نہیں ہے جتنا کھانا اور پینا

، روپیہ تو اگر بہت سا بھی پاس میں ہوتو زیادہ تر وہ دوسروں کے ہی کام آتا ہے ۔ملازم کی تنخواہ مکان کا کرایہ اور دیگر امور میں صرف ہوجاتا ہے ۔البتہ جو کھانا ہم کھا لیتے ہیں اور پانی پی لیتے ہیں وہی ہمارے کام آتا ہے ۔اسی سے ہماری بشریت کا قیام ہے اس لئے کہ ہم اس کے محتاج ہیں اور برابر اس کو کرتے رہتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے لئے روپئے اور پیسے سے زیادہ کار آمد کھانا اور پانی ہے اس لئے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھیں اور اس کا شکر ادا کریں اور ہر کھانے کے وقت اللہ تعالی سے نیا عہد باندھیں تو اسی سے اللہ تعالی کا کتنا قرب حاصل ہوجائے ،مگر یہ آسان نہیں ہے ۔اس کے اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا تب کہیں جا کر یہ حاصل ہوگا۔

وہ بزرگ جو ہدیہ لینے کے وقت نیا عہد باندھتے تھے ان کو یہ بات بہت دنوں میں حاصل ہوئی ہوگی ۔اسی طرح آپ بھی کرتے رہئے اور دل سے اخلاص کے ساتھ اور ہر وقت کی سنت کو اس کے استحضار کے ساتھ کیجئے ،کرتے کرتے بتدریج یہ چیز حاصل ہو جائے گی ابتدا ، میں مجاہدہ کرنا ہوگا ورنہ جب کھانے بیٹھئے گا تو بھول جائیے گا۔

پہلے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نفس پ غصہ اور ترک سنت پر رنج وغم

اختیار کیا جاتا ہے، تب نفس سنت کی راہ پکڑتا ہے۔

میں نے ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ ایک بزرگ تھے وہ کھانا کھاتے وقت ہاتھ دھونا کبھی نہیں بھولتے تھے اور بسم اللہ کہنا بھول جاتے تھے اور کھانے کے بعد کی دعا پڑھتے تھے۔

اسی طرح جب پاخانہ جاتے تھے تو پہلے بایاں پیر داخل کرنا کبھی نہیں بھولتے تھے، لیکن دعا پڑھنا بھول جاتے تھے، اور نکلنے کے بعد کی دعا وہاں بھی یاد رہتی تھی اس کو بھی ضرور پڑھتے۔

اس پر انھوں نے اپنے نفس سے سخت محاسبہ کیا کہ دو دو سنتوں میں سے ایک کو لیتا ہے اور دوسری کو کیوں ترک کر دیتا ہے، جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے اسی طرح بسم اللہ پڑھنا بھی سنت ہے، بلکہ ہاتھ دھونے سے بڑھ کر ہے اسی طرح وہ بزرگ اپنے نفس کو برابر ملامت کرتے تھے کہ تم سے بڑی بڑی سنتوں پر کیا عمل ہوگا جب یہ چھوٹی چھوٹی سنتیں تم سے نہیں ہوتیں۔غرض رنج کرنا غم اٹھانا اس راستہ میں مجاہدہ ہے، اگر غم نہیں کرو گے تو بدحالی ہمیشہ رہ جائے گی۔اہل اللہ اپنی بدحالی سے بہت رنج و غم کرتے ہیں تب کہیں جا کر سنت اور فرض کو پکڑتے ہیں۔

اسی طرح میں نے ایک حکایت بیان کی تھی کہ کچھ بزرگ لوگ کہیں

کھانا کھارہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور ان کو سلام کیا ان لوگوں نے سلام کا جواب نہیں دیا بلکہ اسی طرح کھانے میں مشغول رہے جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سوال کیا کہ میں نے آپ لوگوں کو سلام کیا آپ لوگوں نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم صوفی لوگ ہیں ہمارا ہر کام اللہ کے لئے ہوتا ہے اور ہمارا کھانا بھی عبادت ہے اور عبادت میں مشغولی کے وقت نہ سلام کرنا چاہئے اور نہ اس کا جواب دینا چاہئے جس طرح جب کوئی آدمی نماز یا ذکر کررہا ہو تو ایسی حالت میں سلام کرنا اور اس کا جواب دینا نہیں چاہئے۔

دیکھئے ان لوگوں نے کیسی عمدہ بات کہی کہ ہم صوفی لوگ ہیں ہمارا طریقہ غفلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے استعمال کرنے کا نہیں۔ اور جب ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں تو اسی وقت ذاکر ہوتے ہیں، اور اس طرح سبب غفلت کو ذکر بنالیتے ہیں سبھی مسلمانوں کو یہ کرنا چاہئے، لیکن اب تو حال یہ ہے کہ نماز میں بھی ذکر نہیں ہوتا، اور ان حضرات کا ذکر کھانے میں بھی ہوتا ہے آپ خود غور کیجئے کہ آپ میں اور ان میں کتنا فرق ہے۔ کھانے پینے کے بعد پاخانہ کی نوبت آتی ہے اور کھانے سے بڑھ کر اجابت کا ہوجانا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اس لئے کہ اگر کھانا ہضم

نہ ہو یا قبض ہو جائے اور پاخانہ نہ ہو تو سخت مصیبت ہو جاتی ہے اور جتنی بیماریاں ہیں وہ سب معدہ ہی سے ہوتی ہیں۔

اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی کہ پاخانہ جانے سے پہلے یہ دعا پڑھے ''اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ'' یعنی یا اللہ آپ کی پناہ چاہتا ہوں خبث اور خبائث سے۔اور پہلے بایاں پاؤں داخل کرے، اور جب نکالے تو پہلے دایاں پیر نکالے اور یہ دعا پڑھے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَذْھَبَ عَنِّی مَایُؤْذِیْنِی وَاَبْقٰی عَلَیَّ مَایَنْفَعُنِی'' یعنی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے موذی چیز کو مجھ سے دور کر دیا اور اس چیز کو مجھ پر باقی رکھا جو نفع دے۔کھانے کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ دعا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر یہ دعا نہ فرماتے تو ہم لوگ کھانے کو تو نعمت سمجھتے مگر اجابت کے ہو جانے کو بھلا کون نعمت سمجھتا یہ ہے بشریت کی راہ سے ترقی اس لئے کہ فرشتے نہ کھانے کو جانتے ہیں اور نہ پاخانے کو۔سو اگر ہماری تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے تو وہ ان چیزوں کو کیا بتلاتے اس لئے کہ ان کو وہ جانتے ہی نہیں۔اور انبیاء علیہم السلام چونکہ بشر ہوتے ہیں ان کی ترقیات کھانے میں بھی ہوتی ہیں اور

پیشاب، پاخانہ کے ہونے میں بھی ہوتی ہیں، اور وہ اسی سے اللہ تعالیٰ کا علی درجہ کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔ پس ہمارے لئے بھی یہ چیزیں قرب کا ذریعہ بن سکتی ہیں اس طور پر کہ ہمارا کھانا، پینا، پیشاب، پاخانہ سب سنت کے طریقہ پر ہو اور سب میں اتباع سنت کی نیت کی جائے۔

ضروریات زندگی میں سے ایک سونا بھی ہے اور یہ بھی لوازم بشریت سے ہے، چنانچہ سونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے ''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِىْ وَ اَنْتَ تَوَفّٰهَا لَكَ مَمَاتُهَاوَ مَحْيَاهَا اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ وَاِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْلَهَا وَ ارْحَمْهَا'' (یعنی یا اللہ آپ ہی نے میرے نفس کو پیدا فرمایا ہے اور آپ ہی اس کو وفات دیں گے، اس کی حیات اور موت آپ ہی کے لئے ہے، اگر اس کو زندہ رکھئے تو اس کی حفاظت کیجئے اس طرح کہ حفاظت کرتے ہیں آپ اپنے نیک بندوں کی اور اگر اس کو موت دیجئے تو آپ اس کی مغفرت فرما دیجئے اور اس پر رحم فرما دیجئے) اسی طرح یہ دعا ہے کہ '' اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْىٰ اَللّٰهُمَّ قِنِى عَذَابَكَ يَوْمَ تُبْعَثُ عِبَادَكَ '' (اے اللہ آپ ہی کے نام سے مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں اے اللہ آپ بچا لیجئے اپنے عذاب سے جس

دن اپنے بندوں کو اٹھائیں گے)ان کے علاوہ اور بھی دعائیں منقول ہیں۔

اور جب سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْر" یعنی تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے بعد موت دینے کے ہم کو زندہ کیا اور اسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔

جب سونے کے وقت دعاؤں کو پڑھ کر سوئے گا تو ذکر ہی پر نوم ہوئی اور جب اٹھتے ہی دعا پڑھے گا تو بیداری بھی ذکر کے ساتھ ہوئی، پھر درمیانی وقت بھی ذکر ہی میں شمار ہوگا اور اس کا سونا بھی سنت کے ساتھ ہوا اس لئے کہ اس وقت کی سنت کا لحاظ کر کے اور دعا پڑھ کر تب سویا اور اس کی بیداری بھی سنت ہی کے ساتھ ہوئی تو درمیان میں جو وقت گذرا یہ سب سنت میں گذرا۔

حضرات صحابہ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس چیز کو سمجھا اور سنن نبویہ کو اپنے عمل میں جاری کیا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا صحابہ اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کوئی سنت بھی ان سے متروک نہ ہوتی تھی۔

ایک صحابی جن کا نام حضرت حذیفہؓ ہے وہ گورنر تھے ان کی عادت

تھی کہ جب کھانا کھاتے وقت کوئی چیز گر جاتی تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھا لیتے تھے اس لئے کہ یہ بھی سنت ہے۔

(حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ رزق کا احترام کرنا چاہئے یہ جس گھر سے نکل جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ اسی لئے صحابہؓ رزق کا بہت احترام کرتے تھے) چنانچہ حضرت حذیفہ ایک دفعہ فارس کے کسی مقام پر بطور دورۂ حکام تشریف لے گئے، بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کیلئے آئے، آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے وہ کفار بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گر پڑا آپ نے اٹھا کر صاف کر کے اس کو کھالیا، ایک خادم نے چپکے سے عرض کیا کہ حضرت اس وقت یہاں پر بڑے بڑے دنیادار کفار کا مجمع ہے اور یہ عجمی لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں، اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں اسلئے اپنی نظروں سے گرادیں گے، انھوں نے تو پست آواز سے کہا تھا مگر حضرت حذیفہؓ نے بلند آواز سے فرمایا کہ کیا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ دوں گا؟

سبحان اللہ کیا شان تھی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور کیسا عمدہ

جواب دیا کہ چاہے یہ لوگ اپنی نظروں سے گرادیں یا کچھ بھی ہو ہم ان کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت نہیں چھوڑیں گے یہ لوگ ہم سے راضی ہوں یا ناراض ہم اس لئے یہاں نہیں آئے ہیں کہ ان لوگوں میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ترک کردیں ورنہ اسی طرح سب سنتیں ایک ایک کرکے ختم ہوجائیں گی، دیکھئے حضرات صحابہ نے اس قدر اہتمام فرمایا تب سنتیں محفوظ رہ سکیں ہیں لہٰذا اب بھی علماء امت کو خصوصاً اور تمام امت کو عموماً چاہئے کہ ان سنن نبویہ کو اپنے عمل میں جاری کریں ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سنن وحدیث کتابوں میں لکھی رہ جائیں گی اور امت ان کے برکات سے محروم ہی رہ جائے گی اسی لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے اور اس کو عمل میں جاری کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس میں پہلے محنت کرنی ہوگی سنتوں کو یاد کرنا ہوگا اور ان کے مواقع پر ان کو یاد رکھنا ہوگا۔

اسی کو میں نے کہا تھا کہ سنت کے اختیار کرنے میں نفس سے مجاہدہ کرنا ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سنتوں کو یاد کرنا ہوگا اور یہ مجاہدہ کرنا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور نفس کو مارنا بھی سنت ہے اس لئے طالبین اور سالکین کو چاہئے کہ اپنے نفس کی شرارتوں پر خود غصہ کریں اور ترک سنت پر رنج وغم کریں تب کامیابی ہوگی اور سنت کی برکت

ملے گی، امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ریاضت میں اپنے نفس پر غصہ کرنا ضروری ہے اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو اصلاح نہیں ہوگی۔

اگر نفس نہ ہوتا تو آپ کی طلب اور آپ کا مجاہدہ کیسے ثابت ہوتا اللہ تعالیٰ نے مجاہدہ ہی کے لئے نفس کو پیدا فرمایا اور اس نفس کی معلوم نہیں کتنی خواہشات ہیں اور ہر ہر خواہش اللہ تعالیٰ سے روکنے والی ہے اس لئے جو شخص اپنی ہر خواہش کا پورا مقابلہ کرلے گا وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا درجہ پاوے گا، اللہ تعالیٰ کہیں گے کہ تم ہمارے دوست ہو اس لئے کہ تم نے نفس کو جو تمہارا دوست تھا ہماری خاطر چھوڑ دیا تھا یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نفس کو جو دیا ہے تو سب سے بڑی بشریت یہی ہے مگر اللہ والوں نے اس کو مٹا کر ذلیل وخوار کرکے رام اور تابع کرکے چھوڑا، اللہ کے بندوں نے یہی کیا اور اپنی پوری سعی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے ہیں کہ یا اللہ نفس بھی آپ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اس کی خواہشات بھی آپ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں اگر آپ ہی اس کے رخ کو پھر دیں تو یہ رام ہوسکتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے یہ دعا فرماتے تھے ''اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوٰهَا وَ زَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكّٰهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَ مَوْلَاهَا'' یعنی اے اللہ میرے نفس کو تقوی عطا فرما اور اس کو پاک فرما تو

بہترین پاک کرنے والا ہے اور تو ہی اس کا ولی اور مالک ہے پس ہم کو بھی یہی طریق اختیار کرنا چاہئے اور سنت کی راہ پکڑنا چاہئے

(راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت مصلح الامۃؒ نے اصلاح نفس کے باب میں یہ گُر کی بات سمجھائی کہ اس کا ایک آسان علاج اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے کیونکہ نفس کی مثال خونخوار کتے کی سی ہے جو دوسروں کا دشمن اور صرف اپنے مالک کا تابع فرمان ہوتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی اور ہم کو کرنی سکھائی ہے (اے اللہ تو نفس کا خالق و مالک ہے تو ہی اسے فجور وتقویٰ الہام فرمایا کرتا ہے لہٰذا میرے نفس کو تقویٰ عطا فرما اور اس کا تزکیہ فرما۔

ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ دل سے اس طرح سے دعا کرنے کی توفیق عطا فرمادیں اور یہ دعا قبول ہوجائے تو نفس کا روڑا صاف ہوکر انسان کی اصلاح ہی ہوجائے اور پھر سنت پر چلنا اس کے لئے آسان ہوجائے اور اتباع سنت حصول نسبۃ کا زینہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے یہ راستہ آسان فرمادیں۔ جامی)

مجلس دوم

سنئے !اس زمانہ میں لوگ پیر کے بدن پر گرنا چاہتے ہیں، جیسے چراغ پر پروانے گرتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایسے لوگوں کے قرب جسمانی کو کافی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ کافی نہیں۔ آدمی اللہ تعالیٰ تک جو پہونچتا ہے تو عمل کرکے، اور عمل جانتے ہیں کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنت کی پیروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر کبھی کوئی شخص خدا تک نہ پہونچا ہے نہ پہونچ سکتا ہے۔

اور میں نے یہ بھی کہا کہ سنت سے میری مراد موٹی موٹی سنتیں ہیں ، جوکھانے ، پینے ، پاخانہ وغیرہ سے متعلق ہیں۔

چنانچہ دیکھئے! سب سے بڑی نعمت جس پر حیات موقوف ہے کھانا ، پینا ہی ہے، انسان کے لئے اس کا استعمال ناگزیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہ چیزیں انسان کے لئے ضروری بھی ہیں ، اور بشری تقاضہ کے موافق بھی ہیں ۔اس لئے اس کے استعمال میں حظ بھی آئے گا، اور شاید اس کا استعمال اپنے عادت کے موافق ساری عمر کرتا رہے اور

ہوسکتا ہے کہ ایک انسان انھیں میں انہماک کر کے اپنے آپ کوغفلت میں ڈال دے ،اس لئے آپ نے بڑا ہی کرم امت پر.یہ فرمایا کہ ان سب اسباب غفلت کے شروع ،درمیان اور آخر میں اپنی ایک ایک سنت شامل فرما کران اسباب غفلت کوبھی اسباب ذکر بنادیا۔

چنانچہ کھانے ہی کو لے لیجئے کہ شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے اور بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنے کو مسنون فرمایا ،اورختم طعام پر یہ دعا مسنون فرمائی۔ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَطْعَمَنِی وَسَقَانِی وَجَعَلَنِی مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ'' اسی طرح سے کھانا کھانے میں نیت تقوی علی الطاعات (طاعت پرقوت حاصل کرنا) کی مشروع فرمائی ،اس طور پر آپ نے ایک مومن کے کھانے کواس کی نماز کے مشابہ کردیا۔

دیکھئے نماز میں بھی عبادت کی نیت کی جاتی ہے۔چنانچہ اسی نیت کی وجہ سے علماءفرماتے ہیں کہ وہ عادت سے ممتاز ہوکر عبادت ہوجاتی ہے،اسی طرح سے انسان کھانا بھی گوعادتاً اور بشری خواہش کی بناء پر کھاتا ہے،مگر جب اس سے تقوی علی الطاعۃ کی نیت کر لی گئی تو وہ بھی عبادت ہوگئی ،اسی طرح نماز میں قرأت سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھی جاتی ہے اور الحمدللہ بھی پڑھی جاتی ہے ،یہ دونوں چیزیں کھانے میں بھی موجود ہیں ،اسی وجہ سے

میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ملانے کے بعد ایک مومن کا کھانا، پینا بھی طاعت ہی ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب کوئی چیز نفس کی خواہش کے موافق ہے یعنی انھیں استعمال کر کے عام آدمی کا جی بھی خوش ہوتا ہے تو پھر ایک موحد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کر کے کس دل سے الحمد للہ کہتا ہوگا۔ پس جہاں اس نے صمیم قلب سے خدا کو یاد کیا پھر اس کے خدا تک پہونچنے میں کیا کسر باقی رہے گی۔

ایک بزرگ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص مجھے ہدیہ دیتا ہے تو قلب اس وقت اللہ تعالیٰ سے ایک نیا معاملہ کر لیتا ہے۔ سبحان اللہ کیا بات ہے، ہر ہدیہ کے ساتھ ایک نیا معاملہ کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس لئے کہ مومن موحد معطی حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے، پس جب لن کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو بہت دیتے ہیں روپیہ ہمارے پاس بھی آتا ہے مگر اس کی وجہ سے ہماری غفلت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور ایک ان کے پاس آتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ایک نیا تعلق قلب کا بڑھتا جاتا تھا۔

میں نے اس سے یہ سمجھا کہ جب یہ بزرگ روپیہ کے بارے میں ایسا فرماتے ہیں، حالانکہ روپیہ کل کا کل آدمی کی ذات پر نہیں خرچ ہوتا،

بلکہ اس کا زیادہ حصہ دوسروں پر خرچ ہوتا ہے، متعلقین کے کام آتا ہے ،خدام وغیرہ کو دیا جاتا ہے، میراث میں تقسیم ہوجاتا ہے، لیکن اپنی ذات کے لئے جو کھانا آپ حضرات کھا لیتے ہیں وہی کام آتا ہے کہ پیٹ میں چلا جاتا ہے، اور جزو بدن بنتا ہے۔ چنانچہ یہ دال، روٹی اور ایک گلاس پانی جو ہمارے پیٹ میں جاتا ہے یہ روپیہ کے ملنے سے زیادہ قلب کے نئے تعلق کے لئے مفید ہے، ہر کھانے پینے میں نیا تعلق قلب کو اللہ تعالیٰ سے ہو سکتا ہے، لیکن آپ اس کو سمجھیں اور عمل کریں تب نہ، آپ یا تو ہزاروں ہزار وظیفہ پڑھیں گے یہاں تک کہ دماغ بھی خراب کرلیں گے، نہیں تو کھانا کھا کر الحمدللہ بھی نہ کہیں گے۔

پس جس طرح ان بزرگ نے فرمایا تھا کہ ہدیہ سے ایک نیا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہوجاتا ہے، حالانکہ روپیہ، پیسہ مقصود بالذات نہیں ہے اور کھانا، پینا تو مقصود ہے اور کام آنے والی چیز ہے قوام زندگی ہے تو آدمی اگر اسے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے گا اور الحمدللہ کہہ کر ختم کرے گا تو اس سے اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کتنا ہوجاتا ہوگا اب لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں میں اثر کس چیز سے پیدا کیا جائے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو ان کے سامنے رہ نہیں گئی ہے

اس لئے کہ خود مستقل ہو گئے ہیں، لہذا اس میں بھی کچھ تاثیر ہے یا نہیں، یہ تو ان کے سمجھ میں آتا نہیں اور خود جو ذکر و شغل اپنی طرف سے تجویز کرتے ہیں، اس میں وہ اثر نہیں پاتے اس لئے ہم لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیسے متاثر کیا جائے اور کس طرح ان میں دین پیدا کیا جائے اس پر انھیں سمجھاتا ہوں کہ بھائی مشائخ مستقل نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل ہیں، آپ کی بعثت ہی اسی لئے ہوئی ہے کہ عبد کو خالق سے ملائیں۔

چنانچہ آپ نے اس کے لئے نہایت ہی سہل طریقہ استعمال فرمایا، وہ یہ کہ جو چیزیں ہمارے نزدیک سبب غفلت تھیں، یعنی کھانا، پینا، پاخانہ، سونا وغیرہ آپ نے ان سب کو ذکر بنادیا۔

چنانچہ اللہ والوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے تعلق اور ان کے ساتھ قلب کے باندھنے کا یہی وقت ہوتا ہے، ان نعمتوں کو پاکر وہ اللہ تعالیٰ سے کیسا کچھ عہد باندھتے ہوں گے، اس کو وہی جانتے ہوں گے۔

میں اس مضمون کو بیان کرر ہا ہوں، شاید کسی کے سمجھ میں آجائے، چنانچہ اگر کسی کے سینہ میں دل اور دل میں ایمان واحساس موجود ہے تو اس کے سمجھ میں یہ باتیں ضرور آجائیں گی۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ۔

یعلم اللہ تا بجاناں دو قدم رہ بیش نیست

آں یکے بر نفس خود نہ وآں دگر در کوئے دوست

یعنی خدا جانتا ہے کہ محبوب حقیقی تک پہونچنے کا راستہ دو قدم سے زیادہ کا نہیں ہے، ایک قدم اپنے نفس پر رکھو، اور دوسرا قدم کوئے دوست میں رکھدو۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں کھانے کی اور سونے کی اور پاخانہ آنے جانے کی امت کو سکھلائی ہیں یہی دو قدم ہیں، یعنی تم سے اگر اور کوئی وظیفہ نہیں پڑتا تو کھانے اور پاخانے کی ان دونوں دعاؤں کی سنت پر دل سے عمل کرلو، تو اسی دو قدم سے راہ طے ہوجائے۔

اللہ والوں نے ان مواقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت متحضر کی ہے، باقی کھانے کا نعمت ہونا تو ظاہر ہے اور دوسری چیز یعنی پاخانہ تو وہ اس لئے قابل شکر ہے کہ اگر وہ خارج نہ ہو اور پیٹ ہی میں رہ جائے تو انسان ہلاک ہوسکتا ہے، اور ذرا سا قبض وغیرہ ہوجانے کی وجہ سے جو تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے وہ تو روزانہ کا مشاہدہ ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے پاخانہ جاتے وقت یہ دعامسنون فرمائی کہ مسلمان یوں کہے: "اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ" اورفارغ ہونے کے بعد یہ دعامسنون فرمائی کہ یوں کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِی "یایوں کہے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَذْهَبَ عَنِّی مَایُؤْذِیْنِی وَ اَبْقٰی عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِی"

اس طرح پر ایک خالص بشری ضرورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقرب الی اللہ کا ذریعہ بنادیا۔

حضرت مولاناؒ فرمایا کرتے تھے کہ پانی پت میں ایک بزرگ تھے انھوں نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے ہو ایمان کی سلامتی اور خاتمہ بالخیر کسے کہتے ہیں، لوگوں نے کہا کہ حضرت ہی بتائیں کسے کہتے ہیں، فرمایا کہ ایمان کی سلامتی تو یہ ہے کہ پیٹ بھر کھانا، اور خاتمہ بالخیر ہے کھل کر پاخانہ ہونا۔

ان بزرگ نے ظرافت کے انداز میں حقیقت بیان فرمائی، یعنی جس طرح سے ایمان ایک دولت ہے، اسی طرح یہ دونوں چیزیں بھی نعمت ہیں اس لئے کہ صحت اس پر موقوف ہے ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا بدوں صحت کے ممکن نہیں۔

ہمارے اطراف میں ایک پیر آتے تھے وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ ہم کھلا پلا کر خدا تک پہونچا دیتے ہیں، میں نے جب سنا تو کہا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایسا کرتے ہوں اور اپنے اس قول میں صادق ہوں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو بالکل یقینی طور کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے امت کو کھلا پلا کر یعنی کھانے، پینے کے ذریعہ سے جس کو دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ بشریت کی راہ سے خدا تعالیٰ تک پہونچا دیا ہے۔

علماء نے بھی تو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ لوگ کھانا، پینا جو کہ اسباب غفلت میں سے ہے اس میں اپنے آپ کو غفلت سے بچائیں، لیکن غفلت سے بچنے کا کیا طریقہ ہو، اس کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بیان فرمایا ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا مشہور شعر ہے فرماتے ہیں کہ

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ‏ ‏ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو گشتہ و فرماں بردار ‏ ‏ شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

یعنی بادل، ہوا، چاند، سورج اور آسمان سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں (اور تجھے نفع پہونچا رہے ہیں) تاکہ تجھے روٹی میسر آسکے اور تو غفلت کے ساتھ اس کو استعمال نہ کرے یعنی تیرے پیش نظر یہ بات

وہ ہے کہ یہ سب چیزیں حیران و پریشان اور تیری فرماں بردار ہیں، ایسی حالت میں تو خدا کا فرماں بردار نہ ہو، یہ انصاف سے بہت بعید بات ہے۔

تو علماء نے یہ تو فرمایا کہ روٹی غفلت کے ساتھ نہ کھانا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بسم اللہ کر کے کھانا، اور تقوی علی الطاعۃ کی نیت سے کھانا اور کھا کر الحمد للہ کہنا اس طرح پر آپ نے اس عمل غفلت کو عمل ذکر و معرفت بنادیا۔

اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سونے کو جو کہ سراسر غفلت کا وقت تھا، اپنی مسنون دعاؤں کے ذریعہ ذکر بنادیا۔

چنانچہ سونے سے پہلے مسلمان کو اس دعا کے پڑھنے کو فرمایا کہ وہ یوں کہے: ”بِاسْمِكَ رَبِّی وَضَعْتُ جَنْبِیْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ“

یعنی آپ ہی کے نام کے ساتھ اے میرے رب رکھا میں نے اپنے پہلو کو، اور آپ ہی کے سہارے اٹھاؤں گا اس کو، اگر روک لیں آپ میری جان، تو بخش دینا اس کو، اور اگر پھر بھیجیں آپ اسے تو حفاظت کرنا اس کی،

جس طرح حفاظت کرتے ہیں آپ نیک بندوں کی ، اے اللہ بچانا مجھے اپنے عذاب سے جس دن کہ آپ اٹھائیں اپنے بندوں کو۔

اور جب سوکر اٹھے تو یہ دعا مسنون فرمائی '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ '' یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد مار دینے کے ، اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

غرض اس طرح کھانا ، پینا ، سونا ، اٹھنا ان سب صفات بشریہ کو آپ نے معرفت کا زینہ بنا دیا ، اس لئے کہ ہم بشر ہیں فرشتے نہیں ہیں ، ہمارے رسول بشر ہیں ، لہٰذا ہماری ساری ترقیات بشریت کے تحت ہوں گی ، یعنی بشر رہتے ہوئے سنت رسول کی اتباع کر کے ہم ترقی کر سکتے ہیں اور فرشتوں سے بڑھ سکتے ہیں۔

لیکن میں جو باتیں کر رہا ہوں اس کو آپ سنیں گے نہیں ، اور آسان ذریعہ کو چھوڑ کر مشکل کو اختیار کریں گے اور یہ بالکل اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ آج لوگ فرائض کا اہتمام نہیں کرتے اور اس میں بزرگی نہیں سمجھتے ، اور نوافل کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے ، پھر جب فرائض سے بدعقیدہ ہو اور اس کی عظمت قلب میں نہیں ہے تو اس کے ذریعہ کیا پالو گے اور جب نماز ، روزہ جو کہ عبادات خالصہ ہیں ان کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ اپنی

بدعقیدگی کی وجہ سے ان کے ذریعہ خدا تک نہیں پہونچ سکتے ،تو پھر کھانا، پینا جو اپنے ظاہر کے اعتبار سے بھی ایک دنیوی فعل اور بشری تقاضا ہے اس کو کیا سمجھو گے حالانکہ میں نے بتایا کہ وصول الی اللہ کا بہت سہل طریقہ ہے اور ہم خرما ہم ثواب کا مصداق ہے اس کے ذریعہ سے اولاً نعمت کی معرفت ہوتی ہے پھر اس کے ذریعہ منعم کی معرفت ہوجاتی ہے اب اس کو لوگ سمجھیں تو بہت جلد کامیاب ہوجائیں ،مگر یہ بات جلدی تمہارے سمجھ آئے گی نہیں ،اس لئے کہ دین سے بہت دور ہو گئے ہو،اسی لئے اس کو بار بار بیان کرتا ہوں کہ شاید کسی کی سمجھ میں آجائے۔

بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہایت ہی سادہ اور آسان ہوتی ہے اور اس لئے ایسی ہوتی ہے تا کہ اس کو سب لوگ کر سکیں اور دین نہ ہونے کی وجہ سے لوگ تکلفات کے عادی ہوجاتے ہیں اس لئے سادہ چیزوں کی عظمت کم کر دیتے ہیں۔

بزرگان دین انھیں چیزوں کے ذریعہ جن کی آپ کے نزدیک کچھ عظمت نہیں ہے، اپنے ایمان مع اللہ اور تعلق باللہ کی تجدید کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھی یہی گر سکھادیا، جس کی وجہ سے وقتاً فوقتاً ان کے ایمان کا جلا ہوتا رہتا تھا، اور وہ اللہ تعالی کے

تعلق میں بڑھتے جاتے تھے۔

چنانچہ نماز، روزہ کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے وہ نماز وروزہ کے علاوہ اپنے کھانے، پینے اور سونے کے ذریعہ سلوک کے مراحل طے کرتے تھے۔

جیسا کہ میں نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا قول آپ کو سنایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "اِنِّیْ اَحْتَسِبُ نَوْمَتِیْ کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِیْ" یعنی میں اپنے سونے میں ایسا ہی ثواب کی امید رکھتا ہوں، جیسا کہ اپنے تہجد پڑھنے میں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا﴾ کی تفسیر میں ان کا یہ ارشاد نقل کیا ہے، وھو ھٰذا.

اللہ تعالیٰ نے نہار (یعنی دن) کے ساتھ لیل کی جو قسم کھائی، تو اس سے معلوم ہوا کہ اوقات غفلت وراحت بھی حُرمت رکھتے ہیں، کیونکہ قسم کسی محترم چیز ہی کی کھائی جاتی ہے۔

شاہ صاحبؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ازیں جا معلوم شد کہ اوقات غفلت وراحت نیز حرمت دارند کہ

ممد ومعاون ریاضات آینده می شوند وہم باعث حصول ثواب عباداتیکہ متعلق بحقوق خلق است۔ چنانچہ معاذ بن جبلؓ فرمودہ است اِنِّیْ اَحْتَسِبُ نَوْمَتِیْ کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِیْ، یعنی من درخواب خود نیز متوقع اجر وثواب می باشم، چنانچہ درتہجد خود، چہ اگر تہجد ادائے حق خالق جل وعلیٰ است، خواب نیز ادائے حق نفس است، وہر دو حق بایجاب خدا تعالیٰ واجب۔

آرے غفلت کہ ممد بر طاعت نہ باشد وبحکم شرع ونیت امتثال فرمان الٰہی نبود آں غفلت ہیچ حرمت ندارد بلکہ حرام مطلق است۔

(تفسیر عزیزی پ ۳۰،ص ۲۲۴)

ترجمہ: شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ جو اوقات غفلت وراحت کے ہیں ان کی دو حیثیتیں ہیں، ایک یہ کہ ان میں کلال وملال دور ہوکر یہ آئندہ کی ریاضات کے لئے ممد ومعاون بنیں یا حقوق العباد سے متعلق جو عبادات ہیں ان کے حصول ثواب کا ذریعہ بنیں تو اس اعتبار سے ان کی بھی حرمت ہے، اسی اعتبار سے حضرت معاذ ابن جبلؓ نے فرمایا کہ ''اِنِّیْ اَحْتَسِبُ نَوْمَتِیْ کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِیْ'، حضرت شاہ صاحبؒ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ تہجد میں اگر

حق تعالیٰ کے حق کی ادائے گی ہے، تو سوتے میں بھی حق نفس کی ادائے گی ہے، اور یہ دونوں ہی حقوق یعنی حق اللہ اور حق العبد اللہ تعالیٰ ہی کے واجب کرنے سے بندوں پر واجب ہوئے ہیں۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نفس کے مارنے کا حکم فرمایا ہے (درانحالیکہ وہ شرع کا مطیع وفرماں بردار نہ ہو) اسی طرح آپ نے اس کے حق کو بھی ادا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ حقوق العباد میں اپنے نفس کا بھی حق داخل ہے پس جب یہ دونوں ہی حق واجب الاداء ہوئے تو آپ اس میں تفریق کرنے والے کون ہیں، اسی کا نام گمراہی ہے کہ جس چیز کو نفس کے موافق پایا لے لیا اور جس چیز کو شاق سمجھا چھوڑ دیا، حالانکہ خدا کے حکم ہونے میں دونوں برابر ہیں، پھر اس میں آپ کا انتخاب کیسا، نص کے آنے کے بعد کسی کی رائے کا اعتبار باقی نہیں رہ جاتا۔

البتہ یہ غفلت طاعت کے جب معین نہ بنے اور بحکم شرع بھی نہ ہو، نیز اس راحت میں امتثال فرمان الٰہی کی بھی نیت نہ کی جائے، تو پھر یہ غفلت کچھ بھی حرمت نہیں رکھتی بلکہ حرام ہے۔

دیکھا آپ نے علماء کیسی کیسی باتیں بیان کرتے ہیں، راحت و غفلت کے اوقات ہی کو دیکھ لیجئے تو بظاہر یہ مذموم معلوم ہوتے ہیں اور اس

میں مدح و خیر کا کوئی پہلو بظاہر نظر نہ آتا تھا، لیکن شاہ صاحب کی توضیح کے بعد معلوم ہوا کہ یہ انسان کو آئندہ کی ریاضات وعبادات پر مستعد کر دیتا ہے اس کے کلال و ملال کو زائل کر دیتا ہے، اس لئے یہ دنیا نہیں یہ دین ہے اور حرام نہیں واجب ہے۔

'میں کہتا ہوں کہ اگر راحت نہیں اختیار کرو گے تو حقوق خلق سے رہ جاؤ گے'۔

دیکھئے ان صحابی نے کیسی عمدہ بات بیان فرمائی کہ 'اِنِّی اَحْتَسِبُ نَوْمَتِیْ کَمَا اَحْتَسِبُ قَوْمَتِی' انھوں نے اپنے اس ایک جملہ سے چونکہ سونے کے متعلق فرمایا ہے کہ میں اس میں ثواب کی امید رکھتا ہوں، حالانکہ وہ سراسر غفلت ہے تو جب ایسی غفلت کی چیز باعث ثواب بن سکتی ہے تو پھر اور دوسری چیزوں میں مومن کیوں نہ اجر وثواب حاصل کر سکے گا، جن میں کہ غفلت اس سے کم ہی ہوتی ہے، جیسا کہ میں نے ابھی کھانے، پینے کے متعلق بیان کیا کہ اس کو اگر تقوی علی الطاعت اور بہ نیت امتثال فرمان الٰہی کیا جائے گا تو یقیناً موجب اجر وثواب ہوگا لیکن اس کیلئے نیت شرط ہے، بدوں اس کے نہیں ہوگا، دوسرے ہی لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کر کے اور ہر موقع کی سنت

کو مستحضر رکھ کر اپنے سونے دکھانے کو عبادت بنالیا تھا اور ایک ہم ہیں کہ ہماری عبادت بھی ٹھیک نہیں، یعنی انھوں نے اوقات و اسباب غفلت کو عبادت و ذکر بنالیا تھا، اور ہم نے اپنی عبادت کو بھی غفلت بنالیا۔

علماء اگر یہ تفسیر نہ فرماتے تو ہم عبادت صرف حقوق اللہ ہی کو سمجھتے اور حقوق العباد کو عبادت کا درجہ دیتے ہی نہیں۔

بہر حال شاہ صاحب نے اس کی جو شرح فرمائی وہ بہت خوب ہے، انھیں کی برکت سے ایک بات میں بھی کہتا ہوں، وہ یہ کہ:

جب ان صحابی نے اپنا قومہ ٹھیک کرلیا یعنی اپنی نیت درست کر کے جب اپنے قیام کو اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیا تو کیا اس نیت کا اثر ان کے نوم پر نہیں پڑے گا؟ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو جائیگی، ضرور ہو جائے گی۔

میں کہتا ہوں کہ اسی کا نام وصول ہے، میں سمجھتا ہوں کہ صوفیاء یہیں سے وصول الی اللہ کے مرتبے کے قائل ہوئے ہیں، کیونکہ وہی حضرات واصل الی اللہ اور اہل اللہ کہلاتے ہیں، کہ جن کا سب کچھ ٹھیک ہو جائے، یعنی ان کی نیت ایسی ٹھیک ہو جائے کہ جو امور اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہوں، ان کے علاوہ جو چیزیں عادت وطبیعت سے تعلق رکھتی ہوں وہ سب بھی خالصۃً للہ تعالیٰ ہو جائیں کیونکہ انسان کا یہ

کمال ہے اس لئے کہ قومہ ملکیت ہے، اور نومہ بشریت ہے، اب اگر کسی نے قیام کو ٹھیک کرلیا، تو اس نے ملکیت حاصل کرلی، تو گو وہ بھی فی الجملہ کمال ہے، لیکن بشر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ بشریت میں رہتے ہوئے ترقی کرے، پس قومہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے کرلینا اتنا بڑا کمال نہیں ہے جتنا کہ نوم کو جو ایک بشری وصف اور اوقات غفلت وراحت سے ہے، نیت درست کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے کرلینا کمال ہے۔

چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ اسی کمال پر فائز تھے اور اپنے اس ارشاد سے امت کو اسی چیز کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ کسی نے قیام ہی کے ذریعہ ثواب حاصل کیا تو کیا کیا، بات تو جب ہے کہ آدمی اپنی نوم میں بھی وہی ثواب واجر حاصل کرے جو قومہ میں حاصل کیا جاتا ہے۔

لیکن یہاں ایک بات اور سمجھ لیجئے کہ حضرت معاذؓ نے یہاں صیغۂ واحد استعمال کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اپنا حال یا اپنے جیسے حال والوں کا حال بیان فرمارہے ہیں چنانچہ یہ مضمون سب کے لئے عام نہیں ہے، یعنی ہر ایک کا سونا نماز کی طرح ثواب رکھتا ہوا ایسا نہیں ہے، بلکہ جو لوگ حظوظ نفس سے چھوٹ چکے ہیں اور نفس کو فنا کر کے واصل ہو چکے ہیں، ان کا یہ حکم ہے ورنہ جب حظ نفس باقی ہو تو اس وقت مجاہدہ واجب ہے، کیونکہ اس وقت کی

غفلت کے لئے کچھ حرمت نہیں۔

پس یہ حکم واصلین کا ہے محجوبین کا نہیں، لہٰذا جو لوگ نفس سے ابھی چھوٹے نہیں ہیں، اور اس حدیث کو اپنی عملی راحت طلبی کا اور غفلت شعاری کا پردہ بنا کر پیش کر دیتے ہیں وہ خداعِ نفس میں مبتلا ہیں، یہ لوگ مخدوع ہیں۔

ایسوں ہی کے لئے شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

زسنت نہ بینی در ایشاں اثر مگر خواب پیشیں و نانِ سحر

یعنی جو لوگ مخدوع و محجوب (یعنی نفس سے دھوکہ اور حجاب میں مبتلا) ہیں ان لوگوں میں سنت کا کوئی اثر نہ دیکھو گے سوائے دوپہر کے قیلولہ کرنے اور رمضان شریف میں سحری کھانے کے، مطلب یہ کہ یوں تو ان کو کتاب وسنت سے ذرا بھی مس نہیں ہے، مگر مفید مطلب باتیں خوب یاد کر لیتے ہیں اور مقصود ان کا اس سے اپنے حظ نفس کو حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کو منسوب کر دیتے ہیں کسی بزرگ کی جانب یا کتاب وسنت کی طرف۔

یہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت کھانے، پینے، سونے اور پاخانہ وغیرہ سے متعلق بیان کر رہا ہوں کہ دیکھئے آپ نے کس طریقہ سے ان معمولی معمولی چیزوں کا رخ اللہ تعالی کی

معرفت کی جانب پھیر دیا

اسی کو میں کہتا ہوں کہ بڑی بڑی ریاضت ومجاہدہ اگر تم سے نہیں ہوتا تو کھانا تو کھاتے ہو سوتے بھی ہو اور قضاء حاجت کی بھی ضرورت پیش آتی ہے، ان سب امور میں سنت کا طریقہ اختیار کرو تب بھی محروم نہیں رہو گے ،مگر بات یہ ہے کہ غفلت جو مسلط ہے وہ چلنے نہیں دیتی۔

ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ میں کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ بھی دھوتا ہوں اور فراغت کے بعد الحمد للہ بھی پڑھتا ہوں ،لیکن شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جاتا ہوں۔

اسی طرح سے کہتے تھے کہ جب پاخانہ سے نکلتا ہوں تو اس وقت کی مسنون دعا پڑھتا ہوں ،لیکن جاتے وقت کی جو دعا ہے وہ اکثر بھول جاتا ہوں ،اس پر انھوں نے اپنے نفس سے مواخذہ کیا ،اور اپنی اس حالت پر بہت رنج کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں سنت پر عمل کرنا چاہتا ہوں مگر نفس میرا عمل نہیں کرنے دیتا آدھی سنت کر پاتا ہوں اور آدھی نہیں کر پاتا۔

اور کہتے تھے کہ اس کے لئے یہاں تک میں نے مجاہدہ کیا کہ یاد ہو گئی۔

سنا آپ نے سنت کے لئے بھی مجاہدہ کرنا ہوتا ہے، جس طرح سے

آپ نے سنا ہوگا کہ لوگ طریق میں مجاہدہ کرتے ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت یاد کرنے کیلئے بھی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔

لوگوں نے لکھ کر دیا ہے کہ سمجھ میں آیا کہ انھیں دعاؤں کو یاد کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہوگی اور آپ یاد آویں گے، اور آپ سے نسبت حاصل ہوگی، اور پھر وہی نسبت ذریعہ بنے گی اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہونے کا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے "القول الجمیل" میں فرمایا ہے کہ:۔ جس طرح سے کہ اوراد وظائف ہیں اسی طرح سے مشائخ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو اذکار صحاح میں وارد ہیں ان کو بھی وہ اپنا معمول بنائیں۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دعاؤں کو اگر آپ ترک کردیں، عالم ترک کردے، عامی ترک کردے تو دین کا ایک بڑا باب ہی ختم ہوجائے گا، اور اس کی وجہ سے اتنا بڑا خلا ہوجائے گا کہ پیر لوگ مستقل سمجھے جائیں گے ہر شخص کے پاس اس کے باپ دادا ہی کا وظیفہ رہ جائے گا اور انھیں لوگوں کے اخلاق رہ جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وظائف اور آپ کے اخلاق تو ختم ہی ہوجائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے کہ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُم فِی رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَومَ الآخِرِ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ یعنی بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں عمدہ نمونہ ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کا اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتا ہو، اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہو۔

اس آیت میں ﴿ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا﴾ جو آیا ہے تو ''اَلذّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيرًا'' کی تفسیر ہی علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جو شخص صبح و شام کی نیز مختلف اوقات کے لئے جواذ کار مسنونہ وارد ہیں ان کا اہتمام رکھتا ہے تو وہ بھی ﴿ذَاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَّ الذَّاكِرَات﴾ میں شمار ہوگا۔

علامہ نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ:

سئل الشيخ الامام ابو عمرو بن الصلاحؒ عن القدر الذی يصير به من ﴿اَلذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيراً وَّ الذَّاكِرَاتِ﴾ فقال اذ اواظب على الاذكار الماثورة ۔

صباحاً و مساءً فی الاوقات والاحوال المختلفة ليلاً و نهاراً وَهِیَ مُبَيَّنَةٌ فِی كتابِ عَمَلِ الْيَوْمِ والْلَّيْلَةِ كَانَ مِن ﴿اَلذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيراً وَّ الذَّاكِرَاتِ۔﴾ کیونکہ مومن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی ہے اور محبت کے لئے محبوب کی باتوں کی

یادضروری ہے۔

ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ ہمارے شیخ کہتے تھے کہ مولوی لوگوں کو جو نفع نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بزرگوں کے یہاں جو اشغال ہیں اس کو یہ نہیں کرتے۔

میں نے سنا تو کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ اس لئے نہیں پہونچتے کہ یہ لوگ نفس کو نہیں مارتے حالانکہ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لئے نفس کا مارنا ضروری ہے، اور خواہشات نفس کو فنا کرنے کے لئے اتباع سنت ضروری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے خوب کیا کہ اپنے تک پہونچنے کا ذریعہ نفس کے فنا کو قرار دیا، اور اس کے اندر خواہشات رکھدیں تاکہ اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کی قدر ہو، اس نفس کی وجہ سے قدم قدم پر رکاوٹ ہوتی ہے یہاں تک کہ بعض وقت مایوسی تک ہونے لگتی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے جو طالب ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طلب میں نفس کا پورا مقابلہ کرتے ہیں اور سر دھڑ کی بازی لگادیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ جب ان کی طلب اور کوشش کو دیکھتے ہیں تو راستہ آسان کردیتے ہیں ﴿وَہُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِن بَعد مَا قَنَطُوا وَ یَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾ یعنی وہی وہ ذات ہے جو ان کے ناامید ہونے کے بعد بارش نازل کرتی ہے اور

اپنی رحمت پھیلاتی ہے۔

اس وقت ان حضرات کو اپنی کامیابی پر جو خوشی ہوتی ہے اور جس قدر ہوتی ہے یہی حضرات جانتے ہیں، اور زبان حال سے یہ کہتے ہیں ؂

للّٰہ الحمد نمردیم ورسیدیم بدوست　　آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

ترجمہ: اللہ کا شکر ہے کہ ہم مرے بغیر محبوب حقیقی تک پہونچ گئے، ہماری اس ہمت مردانہ پر صد آفریں ہو۔ باقی یہ نفس ہے سخت چیز، ایسی چیز ہے کہ اس سے قرآن چھوٹتا ہے حدیث چھوٹتی ہے، بزرگوں کا قرب چھوٹتا ہے ظاہر ہے وہ کیسی بری چیز ہوگی، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی کو اپنے قرب کا ذریعہ بنایا، اس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں اور راہ سنت تک پہونچنے میں مشکل شروع ہی میں پڑتی ہے لیکن جب بندہ تل جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سہل بھی فرمادیتے ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ آخر عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ جو بات بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتی تو اتنا مجاہدہ نہ کرتے، اتباع سنت کی برکت سے حضرت پر طریق کھل گیا ہوگا، اور سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ سب سے سہل اور آسان طریق اتباع سنت ہے۔

میں بھی آپ کے سامنے اس وقت اسی کو بیان کررہا ہوں کہ سنت کا راستہ سب سے آسان راستہ ہے اور جس طرح سے کہ آپ ذکر اللہ، اللہ اول

زبان سے کرتے ہیں، اس کے بعد دل بھی شریک ہوجاتا ہے، اسی طرح سے کھانے، پینے، پہننے، سونے کی دعائیں اولاً زبان ہی سے پڑھتے پڑھتے دل بھی شریک ہوجائے گا، اور پھر آپ اس کے بعد قلب میں ایک جدا تعلق محسوس کریں گے، بڑی سنتوں سے تعلق چھوٹی سنتوں کے ذریعہ ہوتا ہے، آدمی پہلے چھوٹی سنتوں ہی پر عمل کرتا ہے اسی طرح ہوتے ہوتے پھر بڑی سنتوں پر عمل ہونے لگتا ہے، اسی طرح سے علماء ومشائخ کے ذمے ضروری ہے کہ وہ اپنے لوگوں کو سنت کی ترغیب دیں یعنی خود اس کا اہتمام کریں اور ان سے عمل کرائیں کیونکہ اگر مشائخ نہ کریں گے تو مرید بھی نہ کریں گے، اسی طرح سے جب علماء نہ کریں گے تو عوام بھی نہ کریں گے اسی طرح ہوتے ہوتے سنت بالکل ختم ہوجائے گی۔ سنت جو اب تک موجود چلی آرہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء ومشائخ نے ہر زمانہ میں اس کے ساتھ شغف رکھا۔

چنانچہ ایک بزرگ مسجد میں داخل ہوئے تو بایاں پیر اندر پہلے رکھ دیا، پھر جب تنبہ ہوئی تو بیہوش ہوکر گر پڑے اور خیال ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے کچھ ناراض ہیں اس لئے دربار کا ادب مجھ سے فوت ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر پوری طرح عمل کرلینا آسان نہیں ہے بڑے زبردست عامل کا کام ہے لیکن آدمی میں جب دھن

پیدا ہو جائے ایسی کہ وہ سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ برابر کرتا رہے ،تو پھر اس سے امید کی جاسکتی ہے کہ سنت سے اس کو دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور دوسروں کو بھی سمجھا سکے گا، میں یہ پڑھتا تھا کہ ۔

آؤ بیٹھیں مرکز انوار کی باتیں کریں　　نور برسائیں رخ دلدار کی باتیں کریں

لیکن آپ کی باتوں کو سمجھنا اور اس سے اثر لینا اور اس کے نور کی معرفت ہر ایک کے لئے آسان نہیں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ۔

خاک سمجھیں گے وہ ظاہر بیں رموز معرفت　　جو ہمیشہ شاہد بازار کی باتیں کریں

اللہ تعالی نے ہماری تربیت کے لئے انبیاء بشر میں سے بھیجے ورنہ اگر فرشتے ہماری تربیت کے لئے مقرر ہوتے تو اس کو ہم برداشت نہ کر سکتے ہمیشہ خشیت وخوف ہی میں مستغرق رہتے اس لئے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم السلام کو جن سے ہماری تعلیم وتربیت متعلق تھی بشر ہی بنایا تا کہ وہ ہمارے بشری تقاضوں سے پوری طور پر واقف ہو سکیں اور تربیت آسان ہو۔

÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷÷